

امت مسلمہ کا فرض منصبی:

شہادت علی الناس

سید جلال الدین عمری

شہادت کے معنی ہیں حاضر اور موجود ہونا، مشاہدہ کرنا، جو کچھ دیکھا اسے ثابت نہیں بیان کرنا اور گواہی دینا۔

قرآن مجید میں کئی طرح کی شہادتوں کا ذکر ہے:

- اللہ تعالیٰ کی شہادت: اس سے مراد ہے اس کا وسیع علم، اس کی پیدا کردہ کائنات اور اس میں موجود آثار و علامات، جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کی شہادت دیتے ہیں۔
- فرشتوں کی شہادت: فرشتے انسان کے ساتھ ہیں۔ وہ اس کے اعمال کو دیکھتے اور بے کم و کاشت انھیں ریکارڈ کرتے ہیں۔ قیامت میں یہی ریکارڈ اللہ کے سامنے پیش ہوگا اور اس کے مطابق فیصلہ ہوگا۔
- اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی شہادت: اللہ کے رسولوں کی بعثت کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ وہ اس کے دین کے حق ہونے کی شہادت دیں۔
- اہل ایمان کی عام انسانوں پر شہادت: یہ اسی مقصد کے لیے ہوتی ہے جس مقصد کے لیے پیغمبروں کی شہادت ہوتی ہے۔
- انسانی اعضا و جوارح کی شہادت: انسان نے دنیا میں جو اعمال انجام دیے اور جس طرح انجام دیے قیامت کے روز اس کا پورا بدن اور اس کے تمام اعضا اس کی شہادت دیں گے۔

● معاملات دنیا کی شہادت: اس شہادت کی بنیاد پر انسانی حقوق کا فصلہ ہوتا ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ ہر حال میں صحیح شہادت دیتے ہیں اور جن کے دلوں میں خدا کا خوف نہیں ہوتا، ان کی شہادت مفادات کے تابع ہوتی ہے۔

شہادت علی النّاس

اللہ کے رسول اپنی قوموں اور امتوں کے درمیان اس کے دین کی جو شہادت دیتے ہیں اسے شہادت علی النّاس کہا جاتا ہے۔ یہاں اسی کا ذکر ہے۔ رسول خدا کا ایک وصف 'شہد' بھی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا فَمُبَشِّرًا فَنَذِيرًا ۝ وَذَاعِيًّا إِلَى الْأَرْضِ
يَا ذِيْنَهُ وَسِرَاجًا مُّبَيِّنًا ۝ (الاحزاب: ۳۴-۳۵) اے نبی! ہم نے تم کو شہد
(گواہی دینے والا) خوش خبری دیتے اور ڈرانے والا، اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت
دینے والا اور روشن چراغ بنائ کر بھیجا ہے۔

ان دو آیتوں میں سے پہلی آیت، جس میں آپؐ کو شہد کہا گیا ہے، سورۃ الفتح آیت ۸ میں بھی آئی ہے۔

شہادت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جو آنکھوں سے مشاہدے کے بعد، جاتی ہے۔ دوسری وہ جس کی بنیاد دلائل اور بر اہین پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول یہ دونوں طرح کی شہادت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بعض غیبی حلقہ کا اس طرح مشاہدہ کرتا ہے کہ اس میں انھیں کوئی مشک و شہمہ لاحق نہیں ہوتا۔ وہ اپنے اس یقین کا اظہار و اعلان کرتے ہیں اور اس کے حق ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ اس طرح کا مشاہدہ رسول کے سوا کسی دوسرے کو نہیں ہوتا۔ اس معاملے میں رسولؐ کے تجربے اور بیان پر یقین کرنا پڑتا ہے۔

رسولوں کی شہادت کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ دلیل و استنباط کے ذریعے حق کا اثبات کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے عطا کردہ علم و بصیرت، دلائل و بر اہین، نصوح و خیرخواہی اور سیرت و اخلاق کے ذریعے شہادت علی النّاس کا فرض اس طرح انجام دیتے ہیں کہ دین حق بالکل واضح ہو جاتا اور مخاطب قوم پر جدت تمام ہو جاتی ہے۔ اس کی مخالفت کی کوئی معقول بنیاد باقی نہیں رہتی۔ اس

کے باوجود قوم قبول حق سے انکار کر دے اور باطل پر جھی رہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہو جاتا ہے کہ اب اسے زمین پر زندہ رہنے کا حق نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ نے جب فرعون اور اس کی قوم شہادت کا فرض ادا کر دیا تو اس کی ہلاکت کا فیصلہ ہو گیا اور آخرت میں بھی وہ اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْنُكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ
رَسُولًا ۝ فَعَصَى فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبَيْلَاهُ ۝ (المزمول
۷۳: ۱۵-۱۶) تم لوگوں کے پاس ہم نے اسی طرح ایک رسول تم پر شہادت دینے والا بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔ (پھر جب) فرعون نے اس رسول کی بات نہ مانی تو ہم نے اس کو بڑی سختی کے ساتھ کپڑا لیا۔

اس آیت میں قرآن کے اوپریں مخاطب قریش سے کہا جا رہا ہے کہ فرعون کے سامنے حضرت موسیٰ نے دین حق کی شہادت دی اور اب محمدؐ تمہارے درمیان شاہد بن کرائے ہیں۔ خوب سوچ لو، اگر تم نے ان کی مخالفت کی تو اسی انجام سے دوچار ہو گے جس سے فرعون اور اس کی قوم دوچار ہوئی تھی۔

اللہ کے رسول اپنی قوم کے درمیان زندگی بھراں کے دین کے 'شاہد' بن کر رہتے ہیں۔ اسے راہ حق دکھانے اور ضلالت و گمراہی سے بچانے کی سعی کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں:

وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَاءْمُتٌ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبُ
عَلَيْهِمْ ۝ وَ أَنْتَ عَلَى كُلِّ شَئْءٍ شَهِيدٌ ۝ (المائدہ: ۵) (اے اللہ) میں

اس وقت تک ان کا گواہ (نگران) تھا جب تک ان کے درمیان تھا، جب آپ نے مجھے واپس بلایا تو آپ ان پر نگران تھے اور آپ تو ساری ہی چیزوں پر نگران ہیں۔

یہ شہادت آخرت میں بھی ہو گی، اللہ تعالیٰ اپنے ایک ایک پیغمبر سے پوچھے گا کہ کیا تم نے حق کی شہادت دی؟ ان کا جواب اثبات میں ہو گا کہ انہوں نے اللہ کے دین کو اپنی قوم تک ٹھیک پہنچایا اور جنت تمام کر دی۔ اس کے بعد خدا کے دین کا انکار کرنے والوں کی زبانیں بند ہو جائیں گی، وہ کوئی عذر پیش نہ کر سکیں گے۔ اس وقت یہ موقع بھی باقی نہیں رہے گا کہ وہ اپنے

رویے کی اصلاح کر لیں اور اللہ کو راضی کر سکیں، اس لیے کہ مهلت عمل ختم ہو چکی ہو گی اور جزاً میں عمل آنکھوں کے سامنے ہو گی۔ سورہ محل میں ارشاد ہے:

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَمَنْ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُشْتَغَلُونَ ۝ (النحل: ۸۲) اور (سوچو!) جس دن ہم ہر امت سے ایک شہادت دینے والا (غیربر) کھڑا کریں گے۔ پھر (یہ ہو گا کہ) جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی انھیں کچھ کہنے کی اجازت ہو گی اور نہ ان سے کہا جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو خوش کر لیں۔

سورہ محل ہی میں چند آیات کے بعد فرمایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی قیامت کے روز شاہد کی حیثیت سے انھیں گے اور جس طرح دوسرے رسول اپنی قوموں کے متعلق شہادت دیں گے اسی طرح آپ اپنی قوم کے بارے میں شہادت دیں گے کہ دین حق کے ساتھ ان کا کیا رویہ رہا؟ فرمایا:

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هُوَلَاءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ۝ (النحل: ۸۹) اور (یاد کرو) اس دن کو جس دن ہم ہر امت میں ان ہی میں سے ایک شہید ان کے خلاف کھڑا کریں گے اور آپ کو ان (منکرین) کے خلاف شہید بناؤ کر لائیں گے۔ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جس میں دین کی ہربات کی وضاحت ہے۔ یہ سراسر ہدایت اور رحمت ہے اور فرمائیں برداروں کے لیے بشارت ہے۔

سورہ نساء میں یہ بات ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هُوَلَاءِ شَهِيدًا ۝ (النساء: ۳۱) پھر سوچو کہ اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان لوگوں پر تھیں گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن

مسعودؑ کو تلاوت کا حکم دیا، انہوں نے سورہ نساء کی تلاوت کی۔ جب وہ ان آیات پر پہنچے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو روایا ہو گئے اور فرمایا بس کرو۔ یہ آنسو احساس کی وجہ سے تھے کہ شہادت حق کی کتنی عظیم ذمہ داری آپ پر ڈالی گئی ہے اور اس بنیاد پر بھی تھے کہ شہادت کے بعد بھی آپ کی قوم دین حق کو قبول نہ کرے تو اس کا انعام کتنا بھی نک ہو گا۔

امت مسلمہ کا فرض منصبی اور تقاضی

اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت علی الناس کا فریضہ انعام دیا اور امت مسلمہ وجود میں آئی۔ اب یہ اس کی ذمہ داری قرار پائی کہ وہ اس فرض کو تاقیامت انعام دیتی رہے۔ اس کا ذکر سورہ بقرہ میں ان الفاظ میں آیا ہے:

وَكَذِيلَكُمْ جَعَلْنَاكُمْ أَمَّةً وَسَطَا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا^۵ (البقرہ: ۲) (۱۳۳: ۲) اور اسی طرح ہم نے تحسین امت وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں کے سامنے شہادت دو اور رسول تھمارے حق میں شاہد بن جائے۔ آیت کا پس منظر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیرت مدینہ کے بعد ۱۶، ۱۷، ۱۸ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے رہے۔ اس کے بعد تحولی قبلہ کا حکم آیا اور خاتمة کعبہ قبلہ قرار پایا، جو حضرت ابراہیم اور آپؐ کے بعد آنے والے تمام نبیوں کا قبلہ تھا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح صحیح قبلے کی طرف تھماری رہنمائی فرمائی اسی طرح یہ اعزاز بھی اس نے تحسین بخشنا ہے کہ دنیا کی تمام امتوں کے درمیان تحسین امت وسط بنایا ہے۔

وسط کے معنی درمیان کے ہیں۔ وسط ایسی جگہ کو کہا جاتا ہے جس کا فاصلہ ہر طرف سے ایک ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے تحسین ایسی امت بنایا ہے جس کا جھکاؤ نہ دائیں جانتے ہے اور نہ بائیں جانب، بلکہ وہ دو انتہاؤں کے درمیان کھڑی ہے۔ اسی سے بعض مفسرین نے 'وسط' کا ترجیح اعتدال کیا ہے۔ جہاں اعتدال ہو گا وہاں کسی معاملے میں غلو اور انتہا پسندی ہو گی نہ کی اور کوتا ہی۔ ہر ایک کو اس کا صحیح مقام حاصل ہو گا۔ حدیث میں 'وسط' کے معنی عدل کے بیان ہوئے ہیں۔ یہ مقام وسط کا لازمی تقاضا ہے، جو گروہ کسی کی بے جا طرف داری کرے نہ اس کے ساتھ تعصب برتے، وہ اس کے ساتھ ضرور انصاف کرے گا۔ اسی وجہ سے امت وسط کو اعلیٰ وارفع امت کہا گیا ہے۔ قرآن مجید

میں اس امت کو خیر امت کے لقب سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ (ال عمرن ۳: ۱۱۰)

● انسان مادہ اور روح کا مجموعہ ہے۔ دو نوں کے تقاضے ہیں۔ ان میں سے کسی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، لیکن دنیا ہمیشہ اس معاملے میں دو انتہاؤں پر رہی ہے۔ آج کے دور میں مادیت کا غلبہ ہے۔ مادی آسامیش و راحت کو انسان کی زیست کا حقیقی مقصد سمجھ لیا گیا ہے۔ ہر شخص اسی کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ اس میدان میں جو جس قدر آگے بڑھے اسے اتنا ہی کامیاب قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں رہبانیت کا تصور گو کم زور ہے، لیکن مذہب کی دنیا میں آج بھی ترک دنیا کو انسان کی معراج سمجھا جاتا ہے۔ راہ اعتدال ان دو انتہاؤں کے درمیان ہے۔ امت وسط کو اسی کی طرف راہ نمائی کرنی ہے۔

● ”امت وسط“ کے بارے میں فرمایا گیا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ، یعنی اللہ نے تمہیں امت وسط اس لیے بنایا ہے کہ تم شہادت علی النّاس کا فرض انجام دو۔ دنیا میں فکر و عمل کا جو بگاڑ پایا جاتا ہے اس کی نشان وہی کرو اور صراط مستقیم واضح کرو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو غیر مکلف نہیں پیدا کیا ہے بلکہ اس پر بڑی ذمہ داریاں ڈالی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو وضاحت کے ساتھ پیش کرنا اور ان سے غفلت اور کوتاہی کے نتائج سے آمگاہ کرنا اس امت کا کام ہے۔

● شہادت علی النّاس میں نگرانی کا تصور بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امت وسط کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ دیکھتی رہے کہ دنیا کہیں صحیح راہ سے ہٹ تو نہیں گئی ہے اور اس نے غلط طریقہ حیات تو نہیں اختیار کر رکھا ہے۔ جس رخ سے بھی بگاڑ پایا جائے اس کا بر ملا اظہار و اعلان کرے۔ اس معاملے میں اسی کی شہادت معتبر سمجھی جائے گی۔ اس لیے کہ وہ جوبات کہے گی عدل و انصاف کے مطابق کہے گی، کسی کے غلط مفادات کے تابع نہ ہوگی۔

● شہادت کی بنیاد پر انسان کے حقوق کا فیصلہ بھی اسی وقت ہوگا جب کہ حق کی شہادت دی جائے اور یہ نظریاتی جنگ چل رہی ہے اس کا فیصلہ بھی اسی وقت ہوگا جب کہ حق کی شہادت دی جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ اسلام ہی دین حق ہے۔ اس کے خلاف جو نظریات ہیں ان کی اساس باطل پر ہے۔ اس پہلو سے شہادت کی اصطلاح میں بڑی معنویت ہے۔

● ”امت وسط“ کی ذمہ داری جن الفاظ میں بیان ہوئی ہے، اس سے بعض باتیں واضح

طور پر سامنے آتی ہیں:

- ۱ اس امت کا نظریاتی طور پر شہادت کے مقام پر فائز ہونا یا عدل و قسط کا حامل ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ عملاً اسے شہادت کا فرض انعام دینا ہو گا۔
- ۲ اس امت کو علمی اور فکری پہلو سے بھی اس مقام پر ہونا چاہیے کہ وہ ثابت کر سکے کہ اسلام ہی حق ہے اور اس کی مخالفت کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اس کے لیے قرآن نے جو دلائل فراہم کئے ہیں ان سے واقفیت اور ان کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔
- ۳ امت کو سیرت و اخلاق کے لحاظ سے صادق، راست باز، حق گو اور عادل و منصف ہونا چاہیے، ورنہ اس کی شہادت کا اعتبار نہ ہو گا۔
- ۴ یہ شہادت کسی خاص طبقے، جماعت یا ملک و قوم ہی کے درمیان نہیں، بلکہ ساری نواع انسانی کے سامنے دینی ہے اور حق واضح کرنا ہے۔
- ۵ شہادت علی الناس کا فرض کسی خاص دور سے متعلق نہیں ہے، بلکہ اسے ہر دور میں تلقیامت انعام دینا ہے۔

شہادتِ حق اور اسوہ رسول

امت وسط کی شہادت کے بعد رسول اللہ کی شہادت کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے: وَ يَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا^۶ (البقرہ: ۲۳۳) ”تاکہ رسول تم پر شاہد ہو۔“ مطلب یہ کہ اللہ کے رسول شہادت کا فرض تم پر انعام دیں گے، تھیں راہ حق دکھائیں گے، تمہارے اخلاق و سیرت کی گلگرانی کریں گے، تحسین عدل و انصاف کی خوبیوں سے آراستہ کریں گے اور تھیں اس قابل بنا کیں گے کہ دنیا کے سامنے حق کی شہادت دے سکو۔ چنانچہ رسول اللہ نے یہ فرض انعام دیا اور اُمت وسط وجود میں آئی۔ اس کی ذمہ داری یہ قرار پائی کہ وہ ساری دنیا کے سامنے حق کی شہادت دے۔

آیت میں پہلے امت کی شہادت کا اور پھر رسول اللہ کی شہادت کا ذکر ہے۔ اس میں ایک طرف تو امت کو اس کے عالمی منصب کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور دوسری طرف اس احسان کا ذکر ہے کہ رسول اللہ اس کے لیے خدا کی طرف سے شاہد بن کر آئے ہیں۔

سورہ حج میں بھی یہ آیت آئی ہے۔ اس میں پہلے رسول اللہ کی شہادت کا اور اس کے بعد امت کی شہادت کا ذکر ہے۔ ارشاد یہ ہے:

لَيَكُونُ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَلَا يَكُونُوا شُهَدًا عَلَى النَّاسِ (الحج ۷۸:۲۲)

(۷۸:۲۲) تاکہ رسول تم پر شہادت دینے والا ہو اور تم لوگوں پر شہادت دینے والے ہو جاؤ۔

ان الفاظ میں شہادت کا عمل جس ترتیب سے انجام پایا اس کا اظہار ہوا ہے۔ رسول اللہ نے امت کے سامنے دین حق کی شہادت دی۔ اس کے بعد امت کو حکم ہوا کہ وہ تمام انسانوں کو اللہ کا پیغام پہنچائے اور اس بات کی شہادت دے کہ اسلام ہی دینِ حق ہے۔

ان آیات میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ شہادت حق کا فرض جس طرح رسول اللہ نے اس امت کے درمیان انجام دیا تھا اسی طرح امت کو دنیا والوں کے درمیان انجام دینا ہو گا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ ہی کا اسوہ اور طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ اس کام میں وہی اخلاص، درمدندی، دل سوز و ترپ ہونی چاہیے جو آپ کے اندر تھی۔

شہادت کو چھپانا

شہادت کا آغاز آدمی کی ذات سے ہوتا ہے۔ وہ اپنے ایمان کے اظہار کے لیے زبان سے شہادت دیتا ہے اور اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کے لیے ایمان صادق اور یقین کامل شرط ہے۔ نفاق کے ساتھ ایمان کا اعتبار نہ ہو گا۔ منافقین کے بارے میں کہا گیا:

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكُذَّابُونَ ۝ (المنافقون ۱:۶۳)

جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم شہادت دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ منافقین بلا شہید جھوٹے ہیں۔

منافقین کی شہادت اس لیے معتبر نہیں ہے کہ وہ زبان سے جو کچھ کہتے ہیں ان کے دل و

دماغ اسے بحق نہیں تصور کرتے۔ اللہ کے ہاں اسی شہادت کا اعتبار ہے جس میں آدمی اس کے دین کو جان کر اور سمجھ کر ایمان لائے اور اس کے حق ہونے کی شہادت دے۔ نزولِ قرآن کے وقت نصاریٰ کے ایک طبقے نے اسی طرح کی شہادت دی۔ صحیح معنی میں شہادت تھی۔ قرآن نے اس کی تعریف و توصیف کی۔ فرمایا:

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيَ الرَّسُولِ تَرَى أَغْيَانَهُمْ تَفِيقُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا

عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَمْنًا فَأَكْتُبْنَا مَعَ الشَّهِيدِينَ ۝ (المائدہ: ۵)

(۸۳) جب وہ اس کتاب کو سنتے ہیں جو رسول پر نازل کی گئی ہے تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھیں آنسو سے ابل پڑتی ہیں، اس لیے کہ انہوں نے حق کو پہنچان لیا۔ وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب، ہم اس پر ایمان لے آئے، ہمارا نام ان لوگوں میں لکھ دے جو اس کے حق ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

یہ ایمان صادق کا حال ہے۔ اس کو حق جانے اور اسے اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد اسے چھپانا یا اس کی شہادت نہ دینا کہتاں حق ہے۔ یہ اپنی ذات کو اور دنیا کو حق سے محروم رکھنے کی کوشش ہے۔ یہ انسانیت کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔ اہل کتاب اس ظلم کا ارتکاب کر رہے تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ یہودیت اور نصرانیت ہی کو اصل دین ثابت کیا جائے۔ اس کے لیے وہ حضرت ابراہیم اور ان کے پورے خانوادے کا نام استعمال کرتے تھے اور انھیں اسی کا حامل قرار دیتے تھے۔ حالانکہ یہودیت و نصرانیت کا وجود ہی بہت بعد میں ہوا۔ ان کی کتابیں صاف بتاریٰ تھیں کہ دینِ حنف کیا ہے اور حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد کی تعلیم کیا تھی؟ وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ تعلیمات عام ہوں، وہ اپنی تاویلات کے ذریعے انھیں چھپا رہے تھے، اسی کو ظلم کہا گیا۔ فرمایا:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ وَمَنِ اللَّهُ طَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَنَّا

تَعْمَلُونَ ۝ (البقرة: ۲۱۳۰) اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اس شہادت کو

چھپا دے جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے آئی ہوئی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اعمال

سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔

اہل کتاب کا یہ کہتاں حقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں تھا۔ ان کی کوشش تھی کہ دنیا

آپ کی رسالت کو نہ تسلیم کرے، وہ اس حقیقت کو فرماؤش کر چکے تھے کہ اللہ ان کے مکروہ فریب سے باخبر ہے، وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

لازمی اوصاف

شہادت علی الناس کا فرض بعض لازمی اوصاف اور خصوصیات کا تقاضا کرتا ہے۔ ان کی تکمیل کی بغیر صحیح معنی میں اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ یہاں دو چار خصوصیات کا ذکر کیا جا رہا ہے:

- دین کا فہم اور معنویت: شہادت علی الناس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کے دین، اس کی اساسات، ان پر بنی تعلیمات کا اچھی طرح علم ہو، ان کے دلائل اور حکمتوں سے گہری واقفیت ہو، آدمی اچھی طرح جانے کے کس معاملے میں اسلام کی تعلیم کیا ہے اور اس کی معنویت کیا ہے۔ اس سلسلے میں اس کا ذہن بالکل صاف ہوا وہ کسی تزبدب میں بٹانا ہے ہوتا کہ پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ دنیا کے سامنے اسے پیش کر سکے۔

- عصری تقاضوں سے آگئی: شہادت علی الناس کا تقاضا ہے کہ جس دور میں یہ کام انجام پائے اس دور کے افکار و خیالات اور رجحانات سے واقفیت ہو، آدمی اس کی خوبیوں اور خامیوں کو اچھی طرح جانے اور ان کے مقابلے میں اسلام کی برتری ثابت کر سکے۔ دنیا کی عدالتوں میں بھی کسی معاملے میں شہادت اس وقت کامیاب ہوتی ہے جب کہ آدمی اس کی تفصیلات اور اس کے پس منظر سے اچھی طرح واقف ہو، ورنہ جرح میں بڑے سے بڑا گواہ بھی ناکام ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس نے معاملے کو اس طرح دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کی جس طرح کی کوشش ہونی چاہیے۔

- مذاہبت سے اجتناب: شہادت علی الناس اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ دین کو اس کی اصل شکل میں پیش کیا جائے۔ حالات کے جبرا و بایا ذاتی و قوی مفادات کے تحت اس میں کوئی کی بیشی نہ کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت تھی اور یہی ہدایت ہر اس شخص کے لیے ہے جو شہادت علی الناس کا فرض انجام دے رہا ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ يَأْتِيْغُ مَا أُنْذِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغَتْ
رِسَالَتَهُ طَ وَاللَّهُ يَعْلَمُ بِمَا يَصْنَعُ مِنَ النَّاسِ (المائدہ ۶۷:۵) اے رسول! جو کچھ
تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے (اے لوگوں تک پورا پورا) پہنچا دو۔
اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو حق رسالت نہیں ادا کیا۔ اللہ تھیں لوگوں کے ضرر سے محفوظ
رکھے گا۔

● جرأت ایمانی : شہادت علی الناس کے لیے ضروری ہے کہ دین کی بے خوف
و خطر شہادت دی جائے۔ علی الاعلان حق کو حق اور باطل کو باطل کہنا بڑا جرأت آزمائام ہے۔ اس
میں خطرات ہیں، آزمائش اور امتحان کا بھی امکان ہے۔ اس کے لیے دین حق سے بے پناہ محبت
اور بر ملا اس کے اظہار کی جرأت چاہیے۔ اللہ کے رسولوں کی ایک خوبی یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ وہ
ہر خوف اور اندریشے سے بالاتر ہو کر اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں:

الَّذِينَ يُتَلَقَّوْنَ رِسْلَتَ اللَّهِ وَ يَخْشَوْنَهُ وَ لَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهُ ط
وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا (الاحزاب ۳۹:۳۳) وہ جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں
اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور محسوسہ کے لیے بس اللہ
کافی ہے۔

دنیا کا کوئی بڑا کام خطرات سے خالی نہیں ہوتا۔ شہادت علی الناس جیسا اعلیٰ وارفع
مقصد خطرات سے پاک کیسے ہو سکتا ہے۔ اصحاب عزیمت کا میابی کے لیے ہر خطرہ مولیتے ہیں
اور اصحاب عزیمت ہی یہ فرض بھی انجام دیں گے۔

چند شبہات

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمدؐ کی امت کو امت وسط اور خیر امت بنایا اور
اس پر شہادت علی الناس کی ذمہ داری ذاتی ہے۔ موجودہ حالات کے پس منظر میں اس پر
بعض سوالات کیسے جاتے ہیں:

● ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ موجودہ دور میں امت کی یہ حیثیت عمل اختم ہو گئی ہے۔ دنیا
کی دوسری قومیں علم و فن، سائنس اور نکنالوجی، انسانوں کی خدمت اور ان کی فلاج و بہبود کے

کاموں میں اس سے بہت آگے ہیں۔ امت کے لیے ان کے پیچھے چنان بھی مشکل ہو رہا ہے۔ ان حالات میں وہ ان کی کیا قیادت و رہنمائی کرے گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ امت کو اس حالت سے لکھنا چاہیے۔ جو امت دنیا کی قیادت و راہ نمای کے لیے وجود میں آئی ہے اور صدیوں راہ نمای کرتی رہی ہے، اس کا اس حال میں پہنچنا افسوس ناک ہے۔ بے عملی، غفلت اور کوتاہی کوئی عذر نہیں ہے۔ اس سے وہ ذمہ داری ساقط نہ ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کی ہے۔ اس کے لیے اسے کل قیامت کے روز جواب دہونا پڑے گا۔

دوسری بات یہ کہ شہادت علی الناس کا فرض انجام دینے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ امت دینی علوم و فنون اور مادی ترقی میں معاصر قوموں کی ہم پایہ یا ان سے برتر ہو۔ شہادت حق کا تعلق عقیدے اور فکر سے ہے۔ یہ ایک صاف ستر انظہریہ حیات ہے جو انسانی نظرت کو اپیل کرتا اور اس کو اندر سے بدلتا ہے۔ یہ سیرت و کردار ہی کوئی نہیں علوم و فنون اور مادی ترقی کو بھی صحیح رخ عطا کرتا ہے۔ اسے ایک بے سروسامان فرد بھی پیش کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول مادی لحاظ سے اوپنی حیثیت کے مالک نہیں ہوتے تھے۔ جن قوموں سے انہوں نے خطاب کیا وہ اپنے وقت کی ترقی یافتہ قومیں تھیں، لیکن اللہ کے رسولوں کو سیرت و کردار کی بلندی حاصل تھی۔ انہوں نے دلائل کے ذریعے اپنی قوموں کی گمراہی واضح کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ مادی طاقت یا سیاسی اقتدار کا نہیں، بلکہ دلیل و برہان کا ہے۔ موجودہ حالات میں امت مسلمہ اسی کی ملکف ہے۔

• ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ امت مادی لحاظ ہی سے پیچھے نہیں ہے، بلکہ اس کے اندر دینی اور اخلاقی زوال بھی پایا جاتا ہے۔ وہ دنیا کے سامنے سیرت و کردار کا کوئی بہتر نمونہ نہیں پیش کر رہی ہے۔ پھر دنیا اسے امت وسط کی حیثیت سے کیے دیکھے گی اور وہ اس حیثیت میں کیسے اس کے سامنے آسکے گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں شک نہیں 'امت وسط' کو صحیح معنی میں اسلام کا نمونہ ہونا چاہیے، لیکن عملاً ایسا نہیں ہے۔ شہادت علی الناس کا فرض امت کے افراد اور جماعتوں کے ذریعے بھی انجام پاسکتا ہے۔ یہود بہ حیثیت قوم مادیت میں سراسر گرفتار تھے۔ انہوں نے توریت اور اس کے احکام کو پس پشت ڈال رکھا تھا۔ رسول اللہ کی بعثت کے بعد آپ کی عداوت میں

غلط سے غلط قدم اٹھانے میں انھیں کبھی کوئی تامل نہیں رہا۔ لیکن اسی قوم میں ایک 'امت' ایسی تھی جو اپنی زندگی سے خدا ترسی کا ثبوت پیش کر رہی تھی اور 'امر بالمعروف و نهى عن المکر' کا فرض انجام دے رہی تھی:

لَيُسْوُا سَوَاءٌ طَّ مِنْ أَهْلِ الْكِفَّارِ أُمَّةٌ قَاتَمَةٌ يَتَلَوَّنُ اِنِّي اللَّهُ اَنَّا هُوَ الْيُنِّ
وَهُمْ يَسْجُدُونَ ۝ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمَ الْأَجِرُ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَاونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ ۝ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝

(ال عمرن: ۳-۱۱۳) وہ سب براہن ہیں۔ الہ کتاب میں ایک جماعت سیدھی راہ پر قائم ہے۔ اس کے لوگ رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، معروف کا حکم دیتے اور مکر سے روکتے ہیں، بھلائی کے کاموں میں تیزی دکھاتے ہیں۔ یہی لوگ صالحین میں سے ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَمِنْ قَوْمٍ قُوْمٍ مُّؤْسَى أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَغْدِلُونَ ۝ (الاعراف: ۷)

موئی کی قوم میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو حق کی راہ دکھاتی ہے اور اسی کے مطابق فیصلہ کرتی ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ اس امت میں بھی ہر دور میں ایک جماعت ایسی ضرور موجود ہوگی جو اسلام پر کار بند ہوگی، اس پر ہونے والے حملوں کا دفاع کرے گی، ولائل سے اس کی حقانیت ثابت کرے گی اور احقاقی حق اور ابطال باطل کا فرض انجام دیتی رہے گی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَزَالَ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ حَتَّىٰ يَأْتِيهِمْ أَمْرُ رَبِّهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ ۝

میری امت میں ہمیشہ ایسے لوگ ہوں گے جو غالب ہوں گے۔ (رسلمہ جاری رہے گا) یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قرب قیامت) آجائے۔ اس وقت تک وہ اسی طرح غالب رہیں گے۔

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کا یہ ارشاد سنایا ہے:

لَا يزال من امتى امة قائمه بامر الله لا يضرهم من خذلهم ولا من
حالفهم حتى يأيthem امرالله وهم على ذلك ميری امت میں ایک جماعت
ہمیشہ اللہ کے حکم پر عمل کرنے والی رہے گی جو ان کو چھوڑ دے یا ان کی مخالفت کرے وہ
اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قرب قیامت) آجائے گا۔ اس
وقت تک وہ اسی حال میں ہوں گے۔

اس مفہوم کی اور حدیثیں بعض دوسرے صحابہ سے بھی مرودی ہیں۔

رسول اللہ کے ان ارشادات کی امت کی تاریخ کے ہر دور میں تصدیق ہوتی رہی ہے۔
اس امت میں ہمیشہ ایسے افراد بھی رہے ہیں اور جماعتیں بھی پائی گئی ہیں جو دین حق پر ثابت قدم
رہیں، اس کی صحیح تعبیر و تشریع پیش کی اور دنیا کے لیے اس کی ضرورت اور اہمیت واضح کرنے کی
کوشش کی۔ سیاسی لحاظ سے چاہے انھیں اقتدار حاصل نہ رہا ہو، لیکن ان کی دینی اور اخلاقی برتری کا
ثبوت ملتا رہا ہے۔ آج بھی امت اس سے خالی نہیں ہے۔ اس کا ایک طبقہ شہادت علی
الناس کا فرض انجام دے رہا ہے۔ اللہ اس کی کوششوں کو کامیابی سے ہم کنار کرے۔

- صحیح بخاری، کتاب الفیر، سورہ نساء، باب قوله فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد
- بخاری، کتاب المناقب مسلم ، کتاب الامارة ، باب قوله لاتزال طائفة من امتی الخ
الخ، مسلم کتاب الامارة ، باب لا تزال طائفة من امتی الخ
- ایضاً مسلم، حوالہ سابق

ٹیکسلا، واہ کینٹ کرے گرد و نواح میں

ماہنامہ ترجمان القرآن، ہفت روزہ ایشیا، ماہنامہ بتول، بچوں کا رسالہ نور
اور دیگر رسائل حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:

محمد یوسف، ناظم رسائل و جرائد، نزد میوزیم روڈ ڈھیباں، ٹیکسلا۔ موبائل: 0321-5727597